۱۲۹

ماضی میں جو کام تم نے کئے ہیں وہی مستقبل میں پھل لائیں گے

(فرمودہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۱۴- دسمبر ۱۹۴۴ء بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے شیخ محمد اسحاق صاحب ابن مکرم شیخ مشتاق حسین صاحب لاہور کا نکاح شفقت خانم صاحبہ بنت شیخ عبدالحفیظ صاحب سیالکوٹ کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی کوششیں اور انسانی تدبیریں سب نہایت ہی قریب کے واقعات اور حالات کو دیکھ کر ہوتی ہیں۔ اب اس وقت ہم لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہیں ہماری وسعت نگاہ صرف اس حد تک ہے جس حد تک ہم بولتے وقت حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں لیکن ایک منٹ کے بعد کے مستقبل کو بھی ہم نہیں دیکھ سکتے۔ دنیا میں اس قسم کے ہزاروں واقعات پائے جاتے ہیں کہ کئی انسان ایک منٹ کے اندر دل کی دھڑکن بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو جاتے ہیں حالانکہ فوت ہونے سے چند منٹ پہلے اگر ان سے دریافت کیا جاتا کہ وہ آئندہ کے لئے کیا ارادے رکھتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک شاید پچیس تیس یا چالیس سال کے متعلق اپنا پروگرام بیان کر دیتا کہ اگلے سال میرا فلاں کام ہے اور پانچ سال بعد میرا فلاں کام ہے اور دس سال کے بعد میرا یہ ارادہ ہے اور بیس سال کے بعد میرا یہ ارادہ ہے۔ خدا کی طرف سے مقرر شدہ نگران ان

کی ان باتوں کو سن کر حیران ہوتا ہوگا کہ یہ تو ابھی ایک منٹ کے اندر مرنے والا ہے مگر اس کے ارادے اتنے لمبے ہیں۔

تو انسان اپنا مستقبل اپنی عقل اور اپنے ارادہ کے ذریعہ سے نہیں پہچان سکتا بلکہ مستقبل کے پہچاننے اور جاننے کا اصل اور کامل ذریعہ خدا تعالیٰ ہی ہے اور مستقبل کے متعلق یقینی علم وہ نہیں جو حالات حاضرہ سے حاصل ہو رہا ہوتا ہے بلکہ یقینی علم وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات کے ذریعہ سے حاصل ہو یا پھر دوسرا پہلو جس سے مستقبل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [2] ہے یعنی ہر انسان کے اعمال ایک پھل لاتے ہیں اور وہ پھل بالعموم اس کے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ پس اگر ہم غد کا اندازہ اس سے لگائیں کہ انسان کے ارادے کیا ہیں اس کے پاس سامان کیا ہیں تو ہم موجودہ حالت سے اس کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے بلکہ اس کے مستقبل کا اندازہ ماضی کے حالات سے لگا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ کہ یہ خیال نہ کرو کہ فلاں انسان کے پاس لاکھوں روپیہ ہے جس کے ذریعہ سے یہ کل دنیا کی تجارت پر غالب آجائے گا بلکہ تم اس کے ماضی کو دیکھو کہ اگر اس نے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں پر ظلم کیا ہے اور ان کا خون چوس چوس کر اس نے یہ روپیہ جمع کیا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ کل وہ مظلوم اس کے خلاف بغاوت نہ کر دیں گے اور اس کی بوٹی بوٹی نہ نوچ لیں گے۔

پس اس کے مستقبل کا اندازہ اس روپیہ سے نہ لگاؤ جو اس کے پاس ہے، ان سامانوں سے نہ لگاؤ جو اسے حاصل ہیں بلکہ اس کے مستقبل کا اندازہ اس بغض اور کینہ سے لگاؤ جو اس کے بُرے اعمال کے نتیجہ میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے آدمی کے مستقبل کا اندازہ اس خالی بٹوے سے نہ لگاؤ جو اس کی جیب میں ہے بلکہ اس غیر متناہی اخلاص اور محبت سے لگاؤ جو اس کے نیک اعمال کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ اگر ایک شخص لوگوں کے ساتھ ظلم، بے انصافی، جفاگری، جھوٹ، دغا اور فریب کا سلوک کرتا رہا ہے تو اس کے بھرے ہوئے خزانے اس کے مستقبل کے یقینی طور پر عمدہ ہونے کی علامت نہیں۔ اور اگر ایک شخص لوگوں کے ساتھ انصاف اور رحم کا سلوک کرتا رہا ہے تو تم اس کے مستقبل کا اندازہ اس کے خالی بٹوے سے نہ لگاؤ کہ اس میں کوئی روپیہ نہیں، اس کے ماحول سے نہ لگاؤ کہ اس کے رشتہ دار طاقت ور نہیں بلکہ اس کے مستقبل کا اندازہ اس اخلاص

اور محبت سے لگاؤ جو اس کے نیک اعمال کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی ہے
رسول کریم ﷺ کے رشتہ دار بالعموم آپ کے مخالف تھے یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہوا تو صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ آپ کہاں ٹھہریں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں ہمارا تو کوئی گھر رشتہ داروں نے باقی نہیں چھوڑا۔ ۳؎ ابتدائی ایام میں صرف حضرت علیؓ تھے جو آپ کے رشتہ داروں میں سے آپ کے ساتھ تھے اور جو بچے کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب غزوہ بدر ہوا تو اس وقت وہ بڑے ہو چکے تھے مگر پھر بھی ان کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔ تو غزوہ بدر کے موقع پر آپ کے رشتہ داروں میں سے صرف حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت علی کے ایک اور بھائی بھی مسلمان ہوئے تھے مگر غالباً اس وقت وہ حبشہ میں تھے۔ آپ کے ۹ چچے تھے مگر ان میں سے صرف ایک آپ کے ساتھ تھا اور آپ کے چچوں کے لڑکے بہت سے تھے مگر صرف دو تھے جو مسلمان تھے اور ان میں سے بھی ایک اس وقت باہر تھا اور ایک وہاں موجود تھا باقی سب آپ کے مخالف تھے۔ ایسی حالت میں جب کہ مکہ والوں نے آپ پر حملہ کیا تو کیا آپ کے خاندانی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر آتی تھی۔ جس کے چچے اس کے خلاف ہوں جس کے چچیرے بھائی اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں جس کے دور کے رشتہ دار اور قریبی رشتہ دار اس کی موت میں اپنی فلاح سمجھتے ہوں اس کے مستقبل کے متعلق کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دنیوی سامانوں کے لحاظ سے کیا چیز تھی جس پر آپ بھروسہ کر سکتے تھے۔
پس آپ کا مستقبل ان رشتہ داروں کے سلوک سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا بلکہ آپ کا مستقبل اس قربانی کے ذریعہ دیکھا جا سکتا تھا جو آپ دنیا کی خاطر کر رہے تھے قرآن مجید میں خدا تعالیٰ آپ کے متعلق فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۴؎ کہ اے محمد رسول اللہ ! ﷺ تجھے اپنی قوم کی کتنی فکر ہے اور تیرے دل میں کتنی غیر محدود محبت ہے اپنے دشمنوں کے متعلق کہ شاید تو اس غم میں اپنی رگ جان کاٹ لے گا اور اس غم سے ہلاک ہو جائے گا کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ جس کے دل میں اپنے دشمنوں کے متعلق یہ درد پایا جاتا ہو کہ غم کی چھری کے ساتھ اپنی رگ جان انتہائی درجہ تک کاٹ لینے کے لئے تیار ہو (باخع کے معنی رگ کو آخر تک کاٹ دینے والے کے ہوتے ہیں) تو جس کی قربانی اپنے دشمنوں کے متعلق انتہاء تک پہنچی ہوئی ہو اس کے دل میں دوستوں کے متعلق کس قدر محبت

ہوگی اور جو دشمنوں کے لئے اس حد تک قربانی کرتا ہو کہ گویا غم کی شدت سے اپنی رگ جان کاٹ لینے کے لئے تیار ہو وہ دوستوں کے لئے کیا کچھ نہ کرتا ہوگا۔

پس دیکھنا یہ نہیں تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کتنا خزانہ تھا، دیکھنا یہ نہیں تھا کہ چچیرے بھائیوں میں سے کتنے بھائی آپ کے ساتھ تھے کیونکہ صرف ایک ہی بھائی آپ کے ساتھ تھا دیکھنا یہ نہیں تھا کہ چچوں میں سے کتنے تھے جو آپ کے ساتھ تھے کیونکہ صرف ایک ہی چچا آپ کے ساتھ تھا اور وہ بھی اگلی لڑائی میں شہید ہوگیا بلکہ دیکھنا یہ تھا کہ محمد رسول ﷺ کے اعمال نے لوگوں کے قلوب میں کتنی محبت پیدا کر دی تھی اور کس طرح کئی دشمنوں کو اپنا عاشق اور گرویدہ بنا لیا تھا۔

جب آپ نے بدر کے موقع پر صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے تو مہاجرین نے مشورہ دیا اور انصار اس مصلحت پر خاموش رہے کہ جن کے ساتھ لڑائی ہے خاندانی لحاظ سے وہ مہاجرین کے بھائی ہیں اگر ہم نے کہا کہ ہم لڑیں گے تو شاید مہاجرین کو یہ برا معلوم ہو اس لئے انہیں کو بولنا چاہئے۔ چنانچہ مہاجرین مشورہ دے رہے تھے لیکن رسول کریم ﷺ متواتر اس فقرہ کو دہرا رہے تھے کہ لوگو! مجھے مشورہ دو کیا کرنا چاہئے۔ تب ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) مشورہ تو آپ کو دیر سے مل رہا ہے پھر آپ کا متواتر یہ فرمانا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو میں کیا کروں شاید آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ انصار مشورہ دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس انصاری نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) شاید آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ جب آپ کو مدینہ لانے کے لئے ہمارا وفد آپ کے پاس مکہ میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت آپ سے ایک معاہدہ ہوا تھا اور وہ معاہدہ یہ تھا کہ اگر دشمن مدینہ میں آپ پر حملہ آور ہو تو ہم آپ کے ذمہ دار ہوں گے اور اس کے معنے یہ تھے کہ مدینہ سے باہر اگر آپ کو دشمن سے لڑنا پڑے تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہوگی۔ لیکن یا رسول اللہ! (ﷺ) جس وقت ہم نے وہ معاہدہ کیا تھا تو اس وقت تو ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ آپ کی کیا حیثیت ہے۔ صرف ایک سطحی ایمان حاصل تھا اور آپ کی نیکیوں اور خوبیوں کی گہرائیوں سے ہم واقف نہ تھے مگر یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کیا چیز ہیں۔ اب اس معاہدہ کا کوئی اثر ہم پر نہیں اور ہم اس معاہدہ کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ یا رسول اللہ! (ﷺ) فیصلہ کرنا آپ کے اختیار

میں ہے لڑائی کریں یا نہ کریں اگر لڑائی ہو تو میں انصار کی طرف سے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے ۵؎ اور یا رسول اللہ! (ﷺ) دشمن اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچ سکے گا جب تک ہماری لاشوں پر سے گزر کر نہ جائے۔ یہ کون سے بھائی تھے، یہ کون سے چچے تھے، یہ کون سے چچیرے بھائی تھے، یہ کون سے خونی تعلق رکھنے والے تھے، وہ کسی ایک شخص سے ننہال کا رشتہ تھا نانی کے دور کے رشتہ داروں کا اثر ہی کیا ہو سکتا ہے اور وہ تعلق بھی صرف ایک گھرانے سے تھا۔

پس آپ کے مستقبل کو پڑھنے کا ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ تھے آپ کے گذشتہ اعمال جن کے نتیجہ میں غیر متناہی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ انصار بولتے یا نہ بولتے، ان کی طرف سے یہ جواب ملتا یا نہ ملتا، آپ کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کرنے والا ہر انسان وہی جواب جو انصار نے دیا قبل از وقت دے سکتا تھا کہ آپ کے صحابہ آپ کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کریں گے۔

پس کسی انسان کا مستقبل دکھانا تو خدا کا کام ہے اس کا مستقبل لذت اور راحت سے وابستہ ہے یا دکھ اور تکلیف سے۔ اور دوسرا طریق مستقبل دیکھنے کا یہ ہے کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یعنی ماضی میں جو کام تم نے کئے ہیں وہی کام مستقبل میں جا کے پھل لائیں گے۔ یقینی اور قطعی علم تو خدا کو ہے کہ تمہارا مستقبل اچھا ہو گا یا برا، راحت والا ہو گا یا دکھ اور تکلیف والا مگر ایک حد تک مستقبل کا اندازہ انسان کے گذشتہ اعمال سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اگر اس نے لنگڑے یا خاص الخاص یا ثمر بہشت کا درخت لگایا ہے تو اس سے لنگڑے یا خاص الخاص یا ثمر بہشت ہی پیدا ہوں گے انگور یا سیب پیدا نہیں ہوں گے اور نہ ہی وہ حنظل اور تُمّہ پیدا ہو گا۔ پس اگر ایک شخص اس بات سے یہ قیاس کرتا ہے کہ میں نے جو آم کا درخت لگایا ہے اس سے آم ہی پیدا ہوں گے حنظل یا تُمّہ پیدا نہیں ہو گا تو اس کا یہ قیاس درست ہو گا۔ اسی طرح جو شخص اپنے گذشتہ اعمال کو دیکھ کر اپنے مستقبل کا قیاس کرتا ہے اس کا وہ قیاس نوے فیصد درست ہو گا۔ پس مستقبل کو پڑھنے کے دو ہی طریق ہیں یا تو خدا بتا دے یا پھر انسان گذشتہ اعمال کے نتائج سے اس کا استنباط کر سکتا ہے۔ پس جو شخص اپنے ماضی کو پڑھنے کا عادی نہیں وہ یکدم مصیبت میں مبتلاء ہو گا لیکن اگر وہ اپنے ماضی کو پڑھنے کا عادی ہو گا کہ میرا ماضی خراب

ہے یا اچھا، میں نے اپنے ماضی میں اچھا درخت لگایا ہے یا برا تو ماضی کے مطالعہ سے اسے یہ تو موقع مل جائے گا کہ اگر وہ دیکھے گا کہ میں نے ماضی میں خراب درخت لگایا ہے جو کبھی اچھے پھل نہیں لا سکتا تو وہ اس برے درخت کو اکھاڑ سکتا ہے۔ اگر اس نے آم کی بجائے کیکر کا درخت لگایا ہے اور اسے اپنے ماضی کا مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا ہے تو اور نہیں تو کم از کم وہ اس کیکر کو اکھاڑ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان اپنے گزشتہ اعمال کا محاسبہ کرتا ہے اور اگر وہ خراب ہوں تو ان سے توبہ کرے اور خدا کے حضور جھکے اور معافی مانگے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گو اپنے گزشتہ اعمال کو بدل لینا اس کے اختیار میں نہیں مگر ان اعمال کے بد نتایج کو اس رنگ میں بدل سکتا ہے کہ توبہ کرے اور اپنے گناہوں سے معافی مانگے کیونکہ خدا کو قدرت ہے کہ کانٹوں کو اکھاڑ دے اور اس کی جگہ خوشنما اور پھلدار درخت لگا دے۔

پس انسان کو اپنے اعمال میں ہمیشہ دو باتوں پر توجہ رکھنی چاہئے۔ ایک اللہ تعالیٰ پر انحصار اور اس سے مستقبل کی فلاح طلب کرنا اور دوسرے اپنے گزشتہ اعمال کا محاسبہ تاکہ وقت پر اپنی برائی کا اسے علم ہو سکے اور اس برائی کے بد نتائج کو وہ توبہ کرکے اور خدا سے معافی مانگ کر بدل سکے اور جب ان دو باتوں پر انسان عمل کرے تو اس کے مستقبل کی بھلائی کے متعلق ایک حد تک یقین اور وثوق پیدا ہو سکتا ہے۔

(الفضل ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۳، ۴)

۱ الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۱
۲ الحشر: ۱۹
۳ بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح
۴ الشعراء: ۴
۵ بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالی اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم.....